Moin Ahmad Saheb Alavi
Asstt Teacher Govt. Inter College Bahraich

INDIA POSTAGE 3nP

سالانہ چندہ للعہ

فی پرچہ اٹھارہ نئے پیسے ۱۸؍۰

ترسیل زر کا پتہ

۱. شمس علوی منیجر کاکوری اخبار ۳؍ امین آباد پارک لکھنؤ

۲. مبارک بک ڈپو بندر روڈ مقابل ڈینسو ہال کراچی نمبر ۲

خبروں اور مضامین کے سلسلہ میں جملہ خط و کتابت ایڈیٹر سے اور مالی و انتظامی امور میں منیجر سے کی جائے۔

رجسٹرڈ نمبر (۰۶)

حب الوطن من الایمان

کاکوری اخبار

پندرہ روزہ

ایڈیٹر:- ڈاکٹر سید احمد علوی نیتم — قیمت ۱۰ نئے پیسے

شمارہ نمبر ۸	۱۵؍ نومبر سنہ ۱۹۶۲ء مطابق ۱۷؍ رجب المرجب سنہ ۱۳۸۲ھ	جلد نمبر ۱

وطن کی یاد

از میر منور علی صاحب دلدؔ کاکوروی

نازاں تھے جس پہ ہم وہ کہاں گلستاں رہے
وہ خوشنوا طیور، نہ وہ آشیاں رہے

یاد آ رہے وطن کو نظر کس کی کھا گئی
جس سے چمن رہے، نہ چمن کے نشاں رہے

ساقیؔ کی نظم پڑھ کے لگی دل پہ ایسی چوٹ
دن رات جس سے دیدۂ دل خوں فشاں رہے

کوئل کا ہے مقام، پپیہے نے لے لیا
کہتا ہے "پی کہاں ہے" کہاں آشیاں رہے

سب صورتیں نہ خاک میں پنہاں ہوں اے خدا
کوئی تو شکل لالہ و گل سے عیاں رہے

او نام لینے والو وطن کا، نہ ہو ہراس
کب انقلاب میں نہ زمین و زماں رہے

آنکھیں وطن کی اب بھی تمہاری ہیں منتظر
آنا ہے تم کو پھر یہیں، چاہے جہاں رہے

چاہو تو یاد رکھو نصیحت وطن کی تم
جس کی جہاں پہ قدر ہے بس وہ وہاں رہے

کاکوری آہ قابلِ فخر اب کہاں رہی
سیف و قلم نہ صاحبِ طرز و بیاں رہے

پھر بھی خدا کا شکر کہ ایسے ہیں چند تن
جن سے وطن کا نام ہے روشن، جہاں رہے

کیفیؔ، حبیبؔ، اطہرؔ و سجادؔ، اور شوقؔ
کیسے نہ ان پہ چشمِ وطن خوں فشاں رہے

شاعر ادیب سعدیؔ و کاظمؔ، ترابؔ و حسیبؔ
ذوقؔ و شریفؔ و محسنؔ و احسنؔ کہاں رہے

فریادؔ و سحرؔ و نادرؔ و نیرنگؔ اور جذبؔ
علم و ادب کے [illegible] پاسباں رہے

اخگرؔ، شررؔ، وہ نیرؔ و اعجاز [illegible]
اصناف [illegible] بیاں رہے

افسوس قیصریؔ [illegible] رہے [illegible]
یہ چند نام [illegible] ں رہے

لکھا ہے خوب شاہ علی حیدر نے تذکرہ
کس کس پہ یہ زبانِ ادب سوز خواں رہے

عجب ہے کہ مہر و ماہِ وطن ہو گئے غروب
جتنے بھی گلستاں تھے بشکلِ خزاں رہے

اس واسطے کہ ہم کو یہ عبرت کا درس دیں
کردار کا ہر ایک عمل پاسباں رہے

ذاتِ خدائے پاک ہے بس لازوال و دود
یہ جاوداں رہی ہے، نہ کیوں جاوداں رہے

... ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

ابھی ہم اسی کشمکش سے عہدہ برآ نہ ہونے پائے تھے۔ ہمیں یہی فکر دامن گیر تھی کہ آج چار ماہ پورے ہو رہے ہیں۔ آٹھواں شمارہ اس وقت ناظرین کے سامنے ہے۔ چار ماہ کی مسلسل کوششوں، متعدد یاد دہانیوں کے باوجود آج تک محکمہ ڈاک خانہ جات سے ہمارا رجسٹرڈ نمبر موصول نہیں ہوا۔ چوگنی قیمت کے اسٹامپ لگا کر بک پوسٹ روانگی کاکوری اخبار کے لئے آزمائشی لمحات ہیں۔ اگر جنرل پوسٹ آفس کی بے نیازیوں کا یہی حال رہا تو مجبوراً یا تو اخبار کو اس وقفہ کے لئے جب تک رجسٹرڈ نمبر مل نہ جائے روکیں یا پھر کوئی سبیل سوچیں۔ شمارہ میں روپیہ کی رقم صرف ٹکٹوں میں لگتے رہنا کے معنی یہ ہوں گے کہ آئندہ ماہ میں عطیات کی وصول شدہ رقم ختم ہو جائے گی اور ہم اخبار کو برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ اخبار کے چندہ کی وصولیابی بھی خلاف توقع بہت سست ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے منیجر صاحب کا اعلان شائع ہو چکا ہے۔ ابھی ہم اسی گتھی کو سلجھانے کی سوچ رہے تھے کہ ہمارے بعض کرمفرماؤں نے معیاری، غیر معیاری، ادبی، اخلاقی، اصلاحی غرضکہ خدا جانے کس کس ہیئت کذائی میں کاکوری اخبار کو دیکھنے کی اسکیمیں تیار کر دیں۔

برادران فن۔ ابھی اس کا موقع نہیں۔ اخبار کو اپنی اصلی رنگ و روپ میں آنے کا وقت رجسٹرڈ نمبر مل جانے کے بعد کا ہے اخبار کو اپنے پیروں پر کھڑا ہو لینے دیجئے۔ اس کے [illegible] سب حضرات مجاز ہیں جس شکل میں اس کو بنائیں۔ اخبار کو اخبار ہی رکھیں یا ادبی میگزین۔ اتنا ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر موجود شکل [illegible] بھی اگر کی گئی تو اس کی اشاعت پر اثر پڑے گا۔ مراسلات اسی بناء پر ہم برابر شائع کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ عام مانگیں آپ کے سامنے آتی رہیں۔ کم از کم تیس چالیس مراسلے موجود ہیں جن میں بے چینی سے انتظار کا اظہار صرف اسی بناء پر رہتا ہے۔ کہ اس سے اعزا و احباب کی خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے

ہمارا ارادہ تھا اور ہے کہ ۱۹۶۳ء سے کسی قدر حجم اخبار کا بڑھا سکیں گے۔ اشتہارات کی کوشش کریں گے۔ اب رہا یہ توقع کہ ممبران کمیٹی میں کوئی ایسی قابل و جہاں دیدہ ہستیاں موجود ہیں جو ادبی و اصلاحی مقالے قلمبند کر سکتی ہیں اور کاکوری اخبار کو معیاری بنا سکتی ہیں۔ صحیح ہے مگر کب، بشرط فرصت، جب اہم مصروفیات ضروری مشاغل مہلت دیں۔

پاکستانی خبروں کا یہ عالم ہے کہ گذشتہ اشاعت کراچی کی خبروں سے بالکل خالی گئی۔ مشرق کی کچھ خبریں آگئیں تھیں انہیں پر اکتفا کرنی پڑی۔ آج ۱۱ر تاریخ ہے۔ پرچہ ایک دن دیر سے اردو ڈاک کا انتظار کر کے پریس جا رہا ہے۔ ہنوز دلی دور است نہ مغرب کی کوئی خبر نہ مشرق کی۔ علی یاور صاحب ہوں یا احسان احمد صاحب دونوں کو یہ معلوم کرنا ہے کہ اگر ۲۵ر کو خبریں نہیں پہونچتی ہیں تو وہ بھی خبریں پندرہ دن کے بعد پرانی ہو جاتی ہیں۔

قابل توجہ پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب لکھنؤ

چار ماہ نقصان دہ مدت کے بعد بھی رجسٹرڈ نمبر نہیں ملا ہے۔

ہمیں انتہائی افسوس کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ اطلاع دینی پڑ رہی ہے کہ چار ماہ کا عرصہ ہو گیا۔ ہم آٹھ اشاعتیں (۸) بک پوسٹ ٹکٹ لگا کر اخبار روانہ کر رہے ہیں۔

آپ کے دفتر کو متعدد بار یاد دہانی بھی کی۔ تمام ضروری فارم بھر کر دہلی اور شملہ بھی بھیج چکے۔ مگر ہم کو ہمارا رجسٹرڈ نمبر نہیں ملا۔ اخبار کو بڑا نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔

آپ کی عنایات سے امید قوی ہے کہ آپ قریبی فرصت میں رجسٹرڈ نمبر دئے جانے کا حکم صادر فرما دیں گے۔

آپ کا

سید احمد علوی ایڈیٹر کاکوری اخبار

مراسلات

کاکوری اخبار برابر مل رہا ہے۔ مجھے آپ کی اس رائے سے صد فیصد میں سترہ آنہ بھر اتفاق ہے کہ اخبار کو خبرنامہ کی حد تک رکھنا مناسب ہے۔ کاکوری کے نوجوان طلبا اور طالبات کے دو ایک مختصر مضامین اگر شائع کئے جائیں تو بھی چنداں مضائقہ نہیں۔ بڑے مضامین کی نہ گنجائش ہے اور نہ ان کے پڑھنے کی فرصت۔ مجھے اخبار کی ترتیب بے حد پسند آئی۔ کاکوری میں اس وقت آپ کے علاوہ نہ کسی میں اس اخبار کے نکالنے کی صلاحیت تھی اور نہ کوئی اتنی بڑی ذمہ داری لے سکتا تھا۔ یہ ایک بہت بڑی کمی تھی جسے آپ نے پورا کر دیا۔ اسی لئے میں نے اس کے دوبارہ اجرا کی تحریک کے موقع پر آپ ہی کا نام پیش کیا تھا۔ میری نظمیں یا مضامین اس درجہ پیٹ بھراؤ قسم کے ہوتے ہیں کہ ہر پڑھنے والا آخری فقرہ پر ختم کرنے پر میرے تئیں زبان پر کلمات بد لائے گا۔ بعض پاکستانی حضرات یوں ہی میرے بارے میں کیا کم خوش عقیدگی رکھتے ہیں۔ اس کے بعد تو مجھے جیتے جی جہنم میں داخل کر دیں گے

بیگم صاحبہ مستقل لائبریرین ہو گئیں ہیں۔ سویرے ۷ بجے جاتی ہیں اور شام کو ۷ بجے واپس آتی ہیں۔ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آجکل آپ کیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا دن بھر بچی کو کھلاتا ہوں اور شام کو بیگم کی ڈانٹ کھاتا ہوں۔ اب یہی روزگار ہے اپنا۔

غلام احمد فرقت دہلی

تسلیم۔ کاکوری اخبار ملا۔ میں بہت مشکور ہوں۔ آپ کے اس اخبار کا اور اس سے زیادہ آپ کا۔ اخبار کا اس لئے کہ اگر یہ مجھے میرے سابق وطن اعزاء و اقربا کے حالات سے جس طرح آگاہ کر رہا ہے نہ کرے تو میرے جذبات کو ـــ مسرت حاصل نہ ہو سکے گی جو ہوئی ہے۔ اور آپ کا اس لئے کہ اگر آپ اسے زندہ نہ رکھیں تو اپنا یہ عمل جو دراصل ایک بالکل بے لوث ـــ نیک عمل ہے کیسے انجام پائے۔

لفٹننٹ کرنل نصر الدین حیدر

اخبار کے متعلق کیا لکھوں جیسا بھی ہے جو کچھ بھی ہے عالم یہ ہے کہ بے چینی سے منتظر رہتا ہوں۔ اور وہ جو کہ نکتہ چیں ہیں وہ بھی منتظر ہی رہتے ہیں۔ خواہ ظاہرہ اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں۔ دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اخبار کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین نکتہ چیں کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ اور غالباً کل بھی رہینگے مگر ہمیں ان کی وجہ سے رکنا نہیں ہے بلکہ قدم بہ قدم یونہی آگے ہی بڑھتے رہنا ہے انشاء اللہ۔

ماجد حسن علوی

اس سے قبل تحریر کر چکا ہوں ایک خط میں جس میں کاکوری اخبار کے اجرا پر کچھ اپنے تاثرات کا اظہار تھا۔ آپ کے خلوص، حب الوطنی کے جذبہ کی قدر کی گئی تھی۔ اخبار کا دوبارہ اجرا اور آپ کی کوشش اس سلسلے میں واقعی قابل قدر ہے۔ یہاں راولپنڈی میں کچھ حضرات ہیں جو اخبار سے ذوق رکھتے ہیں اور بے چینی سے اس کے منتظر رہتے ہیں اور کچھ ہستیاں ایسی بھی (ماڈرن ٹائپ) ہیں جو اس کو فرسودہ اخبار سے روزگار سے تعبیر کرتے ہیں۔ بہر حال مندرجہ ذیل حضرات نے اخبار کے اجراء کو لبیک کہا ہے اور اس کے سالانہ چندہ کو بخوشی دیا ہے۔ جناب نصر الدین حیدر صاحب علوی۔ جناب زبیر احمد صاحب علوی۔ جناب شاہد علی صاحب علوی۔ جناب محمد خالد صاحب صدیقی۔ ان حضرات کے چندے کراچی روانہ کر دیے گئے ہیں۔ نصر الدین حیدر صاحب علوی اور زبیر احمد صاحب علوی نے ایک ایک روپیہ [illegible] روضہ کے لئے بھی دیا ہے۔

زبیر احمد علوی راولپنڈی

کاکوری اخبار دیکھ کر دل بہت خوش ہوا بہت اچھا چل رہا ہے۔ اگر اسی طرح سب کا تعاون حاصل رہا تو امید ہے کہ آپ اسکو اچھا خاصا ادبی جریدہ بنا لے جائیں گے۔

عفت بانو زیبا۔ کراچی

بقیہ صفحہ ۳ مراسلات :-

ایڈیٹر صاحب تسلیم۔ اخبار کے تین شمارے اب تک موصول ہوچکے ہیں۔ پہلا پرچہ میں آپ سے بتا بدل گیا . . . . کے ساتھ اسے بھی بھیج رہا ہوں اگر میرا تاثر ناقص نہ رہا ہے۔

۲۔ کتابت کے اغلاط میں ایک یہی شنید ہوئی۔ ۲۰ اکتوبر کے پرچہ میں صفحہ اول پر "علو درجی" اور "فراغات" مطلب دیا ہیں کے اعتراض کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ پچھلے شمارے میں وحید نسیم کی نظم بہت خوب تھی ماشاء اللہ۔ ۱۵ اکتوبر میں اب تک کوئی معیاری مضمون نہیں آیا۔ کیا آپ اخبار کو نو مشقوں کے قلم کی جولانگاہ بنانا چاہتے ہیں۔

سراج احمد علوی لائل پور

اخبار کے متعلق کیا لکھوں، جیسا بھی ہے جو کچھ بھی ہے۔ عالم یہ ہے کہ بے چینی سے منتظر رہتا ہوں۔ اور "وہ" جو کہ نکتہ چین ہیں وہ بھی منتظر ہی رہتے ہیں خواہ اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں۔ یہ کل بھی تھے آج بھی ہیں۔ اور کل بھی رہیں گے۔ ہم ان کی خاطر رکیں گے نہیں ہم قدم بہ قدم آگے ہی بڑھتے جائیں گے۔ یہ لفظ چندہ آپ کیوں لکھتے ہیں۔ چندہ تو یتیم خانہ وغیرہ کا ہوتا ہے۔ آپ تو اخبار دیتے ہیں اس کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ جو کسی صورت میں چندہ نہیں کہا جا سکتا۔ امید ہے کہ آئندہ خیال رکھیں گے۔ اخبار پر بھی سالانہ چندہ کے بجائے سالانہ قیمت ہونا چاہیئے۔ آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ چار سال کی مسلسل کوشش کے بعد مجھ کو پاکستانی شہریت مل گئی۔

ماجد حسن علوی کراچی

کاکوری اخبار کے اجراء سے جو بے پایاں مسرت ہے وہ زبان قلم سے ظاہر نہیں کی جا سکتی۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس اخبار کو زیادہ سے زیادہ ترقی ہو۔ آمین

ریاض الحسن ہاشمی

تبصرہ نگاروں سے :-

سقراط دانا سے سوال کیا گیا کہ اس کی مخالفت میں کمار وقت کا طبقہ کیوں پیش پیش تھا۔ تو اس نے یہ جواب دیا کہ وہ اکثر ادیبوں اور شاعروں کے کلام پر غور و خوض کرنے کے بعد جرحی سوالات کرتا تھا اور جواب شافی نہ مل سکا تو وہ ان کی تصانیف کے متعلق اپنی رائے بڑی آزادی کے ساتھ ظاہر کیا کرتا تھا جس میں ان کی زبان اور طرز فکر پر سخت تنقید ہوتی تھی۔

آج بھی تنقید و تبصرہ کا فن اپنی جگہ پر بڑی اہمیت کا حامل ہے تبصرہ نگار بڑی آزادی کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کے لئے مصنفین کے شاہکاروں کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں۔ تنقید و تبصرہ کا مقصد دراصل یہ ہے کہ جدید کتاب کی خوبیاں اور اس کے نقائص عوام کے سامنے اس انداز میں پیش کئے جائیں کہ مصنف کی سعی مشکور ہو اور اس کو خاطر خواہ مقبولیت حاصل ہو تنقید سے مراد تخریب ہو جاتا ہے

تبصرہ نگار کو حق حاصل ہے کہ وہ نفس مضمون کا تجزیہ کرے۔ طرز کلام، انداز فکر اور اسلوب بیان پر فاضلانہ انداز میں اپنی رائے ظاہر کر سکے، اس کو یہ حق نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ہر مصنف کو اپنے نقطۂ نظر سے جانچے ادبی معیار کی جانچ نفس مضمون کے اعتبار سے فی نفسہ چند قدروں پر موقوف ہے جو وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے خود بھی بدلتی رہتی ہیں۔

کسی مصنف کا ادب اس کے نفسیاتی ماحول کا عکاس ہوتا ہے کسی عمرانی مسلہ پر اس کا قلم ترقی پذیر رفتار کے ساتھ سماجی قدروں سے قطع نظر کرتے ہوئے کسی مخصوص انداز کو پیش کر کے اپنی جدت طرازی کا ثبوت دیتا ہے۔ اس کا لب لہجہ، طریقہ فکر اور اسلوب بیان تاریخی جغرافی، معاشی، سیاسی، سماجی یا روحانی نقطۂ نظر سے بدلتا رہتا ہے ہمارے خاص مبصر خود حسب منشا خیال اور طرز فکر کے علمبردار ہوتے ہیں اسی نقطۂ نظر سے ابھرتے ہوئے نوجوان نسل کے مصنفین کو جانچنے کی کوشش میں ادب کی صحیح خدمت نہیں انجام دیتے

اکثر ان کی منفی تنقید نو عمروں کے حوصلوں کو پست کر دیتی ہے، نوجوان مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کیا ایسی تنقید مفید قرار دی جا سکتی ہے۔

حال ہی میں ایک مختصر رسالہ میں ایک ماہر فن تبصرہ نگار نے کسی نوجوان ادیب کے طرز تفکر اور انداز تحریر پر سخت تنقید کی جس نے مجھ کو یہ محسوس کرنے پر مجبور کیا کہ "بے لاگ" تنقید کا لطف تو اس وقت ہوتا ہے جب اپنے ہمعصر اور ہمسایہ صلاحیتوں کے افراد کا ادبی جائزہ لیا جائے، اور تحقیقات و جستجو کے بحر ذخار میں ادب کی کشتی کو ساحل مراد تک پہونچایا جا سکے۔

اسعد محسن علوی

آپ غالباً اس سے اتفاق فرمائے گا کہ ہم لوگ جو وطن سے سیکڑوں میل دور پڑے ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں اور وطن کے لوگوں کی خیریت کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہیں۔ لہذا آپ سے دست بستہ گزارش ہے کہ آپ پرچہ پریس سے آنے کے فوراً بعد سب سے پہلے اخبار روانہ فرمانے کا حکم صادر فرمائیں۔

امین علوی چٹگام

ریڈیو سٹ

از مس صفیہ ناہید شمس علوی، لکھنؤ

ٹیلی گراف اور ٹیلی فون کی طرح ریڈیو بھی بھیجنے کا ایک آلہ ہے بس فرق اتنا ہے کہ اس میں کوئی تار وغیرہ نہیں ہوتا۔ بلکہ آواز ہوا کے کاندھوں پر چڑھ کر ہمارے کانوں تک پہونچتی ہے۔ ٹیلی گراف اور ٹیلی فون میں پھر بھی بہت کھکھیڑے ہیں کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تار لگاؤ اور پھر ان تاروں کی رکھوالی اور مرمت کرتے رہو۔ ریڈیو میں کوئی ایسی جھنجھٹ نہیں۔ تم اپنے ریڈیو سٹ کا سوئچ ذرا گھماؤ بس جگہ جگہ سے گانے خبریں اور تقریریں آنے لگیں گی۔

سب سے پہلے بجلی کے ماہر "فیریڈے" اور "کلارک میکسویل" ہیں جنھوں نے ریڈیائی لہروں کا پتہ چلایا کہ فضا میں کچھ لہریں ایسی ہیں جن میں تمام آوازیں محفوظ رہتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج سے ہزاروں سال پہلے بھی کسی کی کوئی تقریر کسی نے کی ہوگی تو وہ بھی فضا کی ریڈیائی لہروں میں جوں کی توں ہوگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس تقریر کو سننے کا طریقہ انسان دریافت نہ کر سکا۔ ممکن ہے کہ کوئی وقت ایسا بھی آجائے اور ریڈیو کی صنعت ترقی کی اس حد پر پہونچ جائے کہ پچھلے زمانہ کی آوازیں سننے پر بھی قادر ہو جائیں۔

فیریڈے اور کلارک میکسویل کے بتائے ہوئے اصول پر ایک دوسرے سائنسداں ہرٹز نے تجربے کرنا شروع کئے اور سنہ ۱۸۸۸ء میں یہ بات جان لی کہ ریڈیائی لہروں کو ہم بجلی کی مدد سے حرکت میں لا سکتے ہیں۔ اس کے بعد اس چیز کو آگے بڑھانے کا کام اٹلی کے ایک سائنسداں مارکونی نے سنہ ۱۸۹۶ء میں شروع کیا چونکہ اسکی قسمت میں کامیابی تھی اس لئے وہ جلد ہی بلا تار کے کئی میل کے فاصلے پر اپنا پیام پہونچانے میں کامیاب ہو گیا اور سنہ ۱۸۹۶ء میں اس نے اس ایجاد کو اپنے نام سے پیٹنٹ کرا لیا۔ اس کے بعد اس نے بحر اٹلانٹک کے پار امریکہ کو یورپ سے ریڈیو کے ذریعہ ملا دیا۔ یہ ایک بڑے اچنبھے کی بات تھی کہ بلا کسی تار کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہزاروں میل دور پیام آنے جانے لگے۔ اسی لئے ریڈیو کو بے تار کی تار برقی بھی کہتے ہیں۔ ریڈیو کا محکمہ حکومت کے انتظام میں ہے جو کچھ سرکاری اسٹیشنوں سے نشر کیا جاتا ہے اسے ہم اپنے ریڈیو سٹ پر سن ہی سکتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ریڈیو سٹ ریسیور کی حیثیت رکھتے ہیں ٹرانسمیٹر وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ تقریریں نشر کی جاتی ہیں اور پیام بھیجے جاتے ہیں اس کو سرکار نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اگر ہم خود چاہیں کہ ریڈیو کے ذریعہ اپنے کسی دوست کو کوئی پیام بھیجیں تو یہ اس لئے ممکن نہیں کہ ٹرانسمیٹر ہمارے پاس موجود نہیں۔ اگر ٹرانسمیٹر ہمارے پاس ہوتا تو ہم اپنے کسی بھی دوست سے چاہے وہ دنیا کے کسی حصہ میں کیوں نہ ہو ہم اس سے باتیں کر سکتے تھے: جس طرح ہم ٹیلیفون پر بات کر سکتے ہیں۔ اب ریڈیو کا رواج دنیا میں بہت زیادہ ہو گیا ہے گاؤں گاؤں میں ریڈیو پہونچ گئے ہیں جہاں بجلی نہیں ہے وہاں بیٹری سے ریڈیو سٹ چلتے ہیں۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں برطانیہ کی ریڈیو کمپنی نے ۱۵ لاکھ روپیہ کے ریڈیو سٹ فروخت کئے تھے۔

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ

ہوگی یا نہ ہوگی

منشی سجاد حسین مرحوم کاکوروی ایڈیٹر اودھ پنچ

۱۴ رمئی سنہ ۱۸۸۵ء

طاہر محسن۔ نور اللغات آسی کاکوری

کیوں صاحب روس ہے کہ مارا مار اڈبل کوچ منھ اٹھائے اندھے بنگلے کی طرح چلا ہی آتا ہے ہماری سرکار اس کے دماغ کا پلاسٹر درست لئے غزرد گرکرا کرے گی ٹھیک ہوگی یا نہیں۔

مگر روس دیوالیہ اس کے پاس اتنا روپیہ کہاں، ہماری سرکار سے مقابلہ میں ذرا کچیاتا ہے جب ادھر سے کڑی چتون دیکھی لینڈی کتے کی طرح لیٹ گئے کہ میں تو صلح کا آرزومند ہوں۔ تو نہ ہوگی۔

لیکن ایک بات ہے ہنس ہنس کرنے پنجدیہ لے لیا۔ مرد چاپ پر قبضہ کیا۔ دیکھو اتنے دن بے کمیشن پڑے لپٹے گا رہا ہے۔ سرحد کی تجدید ہے نہ تحدید بلکہ اپنی ملک گیری کی تمہید۔

تو بھائی ہوگی۔

بارے اس کے ساتھ گلیڈسٹن کی نفرت، جنگ، بزدباری بادید صاف انکار کے پھر معاملہ پنجدیہ کی تحقیقات کا اصرار۔ صلح کی امیدیں بھی تو ہیں۔

پھر نہ ہوگی۔

اور جو دونوں طرف کروروں صرف کرکے تیاری افواج فراہمی رسد و سلاح۔ امیر سے ملاقات، ڈانسرٹے۔ مصر سے فوج کی واپسی کی بھرتی۔ ایم۔ ڈی۔ جیمز کی شکایت کہ کمیشن ہمارے رعب میں خلل انداز ہے ڈانسرٹے نے افاغنہ کو بھڑکا دیا ہے۔ ہم پنجدہ کے معاملے میں آئندہ تحقیقات نہ کریں گے۔

تو بھائی ہوگی۔

اور گلیڈسٹن جو اطمینان دلاتے ہیں کہ صلح ہوئی جاتی ہے

زار روس بدل خواہش مند ہیں۔ شاہ ڈنمارک ثالث بھی قرار پاگئے۔ اجی تو پھر کیوں ہوگی۔

اور واہ ادھر زار روس ماسکو تشریف لے گئے کہ حسب معمول وہیں سے اشتہار جنگ دیں۔ کامروف اور علی خان وغیرہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہوبرٹ پاشا بھی جنگ یقینی سمجھتے ہیں

واہ واہ تو ضرور ہو اور پیچ کھیت ہو۔

اچھا ایک طرف تو یہ اور دوسری طرف گلیڈسٹن اونٹ کی طرح قدم قدم پر رکتے ہیں۔ ٹوپی اٹھائی کہ چھینک ہوگئی۔ چلیے سمجھے کہ چھینک ہوگئی۔ روسیوں نے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ ہم صلح پر راضی اور آپ مستعد۔ مردن موقوف، مقبرہ مسمار سازند جنگ موقوف۔ کارروائی سرحد آغاز سازند۔

اچھا یہ ہے تو خدا ہی نے کہا نہ ہوگی۔

لاحول ولا۔ آپ بھی مجھے معاملۂ وسط ایشیا، یا پالیسی مصر معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی بات ہی ٹھیک نہیں۔ کبھی کہہ دیا "ہوگی" کبھی "نہ ہوگی" ارے بندے خدا ایک بات کہو، یہ کیا تھالی کے بینگن کبھی ادھر کبھی ادھر۔

واللہ واہ۔ یہ اعتراض بھی بہت بجا۔ آپ نے شاید سنا نہیں۔ جیسا استفسار ویسا جواب۔ علاوہ اس کے زمانے کا رنگ دیکھیے، ماید دولت و اقبال کی رائے بھی سریع الانتقال ہو رہی ہے جس وقت جیسی بات ہوئی ویسا ہی جواب دیدیا۔ اور ابھی جنگ ہونے یا نہ ہونے کا حال کیا پوچھتے ہو۔ خود زار روس اور مسٹر گلیڈسٹن کو کب معلوم۔ تا بدیگراں چہ رسد رہیں اٹکل بازیاں سو انکا سب کو اختیار کامل ہے اور باقی ہمارے نزدیک تو چپ چاپ بیٹھے تماشائے تہذیب یورپ و ترحم عیسائیاں دیکھا کرو۔ اور میم صاحب سے کہدو گھر میں بیٹھی چکی گھمر گھمر کیا کریں اور دیگچی کی خیر منایا کریں۔ س

سب چھوڑ دو داستاں یہ جنگ جدال کی کچھ یاد وا اپنی فکر کرو آٹے دال کی

باقی آئندہ

حالاتِ وطن

چوریاں پھر شروع ہو رہی ہیں:-

اس مہینہ دوارے میں متعدد جگہ چوریوں کی کوشش کرنے کی خبریں برابر مل رہی ہیں۔ دو ایک جگہ چوریاں بھی ہوئیں اور کچھ جگہ نقبیں بھی لگائی گئیں۔ کھٹکے تو عام طور سے ہو رہے ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ محکمۂ پولس چوکنا رہے۔ پبلک کو حفاظت خود اختیاری کے لئے پھر سے کے لئے تیار کرے۔ محلہ وار ٹولیاں اپنے محلوں کی حفاظت کریں۔ ہمارے خیال میں اگر ایسا نہ کیا گیا تو چوروں کی ہمتیں بڑھ جائیں گی۔

حیدرآباد کی ایک اطلاع ہے کہ ۲۵ر نومبر ۶۲ء کو احسن علی عباسی خلف اکرم علی صاحب عباسی کی گلپوشی ہوئی اس سلسلہ میں میلاد شریف کی تقریب انعقاد پذیر ہوئی تمام اعزا و دوستوں نے شرکت فرمائی۔ یہ تقریب بیگم ثابت علی صاحب عباسی کی جانب سے بمقام مسعود عثمان پورہ حیدرآباد میں منائی گئی۔

بیگم سردار علی صاحب عباسی پر نمونیہ کا حملہ ہو گیا تھا۔ اب پہلے سے بہتر ہیں۔

یہ سنکر انتہائی مسرت ہوئی کہ خالد مبشر الزماں ابن جناب مبشر الزماں صاحب صدیقی نے امتحان بی اے آخری سال درجہ اول میں پاس کر لیا بلکہ پوری یونیورسٹی میں اول آئے ہیں۔ ہم ان کے والدین اور اعزا کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ موصوف "فارن" جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایم اے کے لئے اسی سال امریکہ جا رہے ہیں۔

بیگم ریاض الحسن صاحب ایڈوکیٹ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اب الحمد للہ بالکل اچھی ہیں۔

ہم نے یہ خبر دلی مسرت کے ساتھ سنی کہ ذکی خالدی صاحب جو ابھی لندن سے ٹریننگ لیکر آئے ہیں کانپور میں "سی. ایس. سی ٹینری" میں ملازم ہو گئے ہیں۔ چارج لے لیا ہے۔ تفصیل کا انتظار ہے۔

روح الامین صاحب قطرہ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ بیچارے شدید تکالیف اٹھائیں۔ بائیں پیر میں پھوڑا نکل آیا تھا جس نے خطرناک صورت اختیار کر لی تھی خیال یہ ہو گیا تھا کہ زخم زہر پکڑ رہا ہے۔ قصبہ کے ایک جراح (طبیب) نے علاج کیا۔ پندرہ بیس دن کے بعد کسی قدر افاقہ نظر آیا۔ نشست و برخاست سے معذور ہو رہے تھے۔ اب تکیہ لگا کر بیٹھنے لگے ہیں۔ خدا جلد صحت عطا فرمائے آمین۔

محمد مسیح علوی عرف انھدی میاں کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ تقریباً قریب مہینہ بھر ہو رہا ہے شدید درد کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ موصوف کی کمر اور داہنے طرف کے پسلے میں شدید درد اٹھتا ہے۔ علاج ہومیوپیتھک ہو رہا ہے۔ پہلے کے مقابلہ میں افاقہ ضرور ہے۔ مگر تکلیف ابھی باقی ہے۔ خدا جلد صحت عطا فرمائے۔ آمین

شاکر میاں اب الحمد للہ پہلے سے بہتر ہیں۔ مگر کمزوری بہت آگئی ہے اور جس نے موصوف کو لاغر بنا دیا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ تکلیف بھی بہت سخت اٹھائی۔ تین دن تو حالت تشویشناک رہی مگر اب اللہ نے فضل کیا۔

گزشتہ کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا کہ اچھو میاں خلف مصطفےٰ علی صاحب علوی جو بغرض علاج اپنے چچا حکیم اجتبیٰ علی صاحب علوی کے یہاں قیام پذیر تھے اب الحمد للہ صحتیاب ہو کر کانپور واپس آگئے ہیں۔

علی پسر نصیر الدین حسین صاحب کے بارے میں جو تازہ تفصیل معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ میڈیکل کالج نے ایکسرے کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ ڈاکٹر اظہر صاحب نے ایکسرے لیا جس سے پتہ چلا کہ بچہ کی ٹانگ میں دو جگہ شگاف آیا ہے ران کے پاس اور پنڈلی کے پاس کالج نے پلاسٹر وغیرہ کے لئے چڑھا دیا ہے۔ بچہ کو تکلیف زیادہ ہے۔

منشی علی احمد صاحب کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ موصوف آج چار دن سے شدید انفلوئنزا میں پڑے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر زین العابدین صاحب لکھنؤ کے زیر علاج ہیں۔

چاٹگام کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ محمد واقف صاحب شمسی کے محل میں بچہ کی ولادت ہوئی ہے۔ اللہ مبارک کرے

لکھنؤ کی ایک خبر سے معلوم ہوا ہے کہ بیگم حکیم نثار احمد صاحب علوی عارضی پرمٹ پر وطن آئی ہیں۔ بخیریت ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ احسن مجتبیٰ صاحب علوی عارضی پرمٹ پر وطن آئے ہوئے ہیں۔

ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کاکوری ڈیفنس فنڈ کی پہلی قسط مبلغ ۵۹۰ روپیہ معرفت محمد کامل خاں صاحب چیرمین ٹاؤن ایریا داخل کر دی گئی۔ محمد کامل خاں صاحب ۱۰۱ روپیہ لالہ شیو نرائن ۱۵ روپیہ لالہ نرائن داس ۱۵ روپیہ۔ لالہ جھنگا مل ۱۵ روپیہ۔ ٹھاکر رام فتح گنج ۱۵ روپیہ لالہ رام لال ۱۰ روپیہ۔ بابو رام گپتا ۱۱ روپیہ۔ جانکا پرشاد ۱۱ روپیہ۔ پربھو دیال ۱۵ روپیہ۔ تحسین علی صاحب عباسی ۱۵ روپیہ محمد رفیق خاں صاحب ۱۰ روپیہ۔

باقی روپیہ قصبہ کے دوسرے باشندگان نے متفرق دیا ہے

ٹاؤن ایریا کمیٹی کے ملازمین نے اپنی ایک روز کی تنخواہ دی اور چیرمین ٹاؤن ایریا کمیٹی نے ایک بوتل خون کا عطیہ دیا ہے۔ ان کا نام درج کر لیا گیا ہے۔ وقت ضرورت طلب کر لیا جائے گا۔

چھتے میں کراچی کی خبریں

۱۔ نوزی پسر اشتیاق احمد صاحب علوی گذشتہ ایک ہفتہ سے علیل ہے۔ ڈاکٹروں نے ٹائیفائڈ تجویز کیا ہے

۲۔ عبد الحی صاحب علوی کے متعلق ہوا ہے کہ ابھی تک ان کو کلی صحت نہیں ہوئی ہے۔ بخار اب نہیں ہے لیکن دوسری شکایات بدستور ہیں۔

۳۔ اہل خانہ عبد الحی صاحب علوی بھی علیل ہیں ان کے پورے جسم پر دانے نکل آئے ہیں۔ جس کے باعث شدید تکلیف ہے۔

۴۔ طلحہ پسر منظر الدین صاحب علوی گذشتہ ایک ماہ سے بخار میں مبتلا ہے۔ علاج جاری ہے۔

۵۔ ۷ر دسمبر ۶۲ء کو حسن مجتبیٰ صاحب علوی لکھنؤ کو روانہ ہو گئے۔

۶۔ ۹ر دسمبر ۶۲ء کو محمود آباد میں طاہرہ شمع علوی دختر بشیر احمد صاحب علوی نومولود بچوں کی تقریب عقیقہ بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ ایک پر تکلف دعوت ہوئی۔ جس میں صرف خواتین مدعو تھیں۔ اس لئے نامہ نگار شریک محفل نہ ہو سکا۔ جو آنکھوں دیکھا حال لکھ سکتا۔ لیکن سنا ہے کہ تقریب باوجود سردی کے بے حد کامیاب رہی۔

ڈاکٹر سعید احمد علوی پرنٹر پبلشر نے سرفراز قومی پریس میں چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار پریم گنج کاکوری ضلع لکھنؤ سے شائع کیا